جناب مصنظر عباسی صاحب۔ ایم اے (مری)

علمائے حق اور پاکستان

- علمار کا سیاسی اقتدار پاکستان کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگا۔
- اختلاف مقاصد میں نہیں حصول مقاصد کے طریق کار میں تھا۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اور علمائے حق ۱۹۴۷ء سے پہلے مسلم لیگ میں نہیں تھے۔ بلکہ ان کی اکثریت مسلم لیگ کی مخالف تھی۔ لہذا یہ لوگ پاکستان کے مخالف تھے۔ بعض لوگ جان بوجھ کر عوام کو یہ غلط تاثر دے رہے ہیں۔ کہ جمعیت علمار اسلام کے زعمار نے آج بھی پاکستان کی حقیقت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اب جبکہ صوبہ سرحد میں جمعیت اور نیپ نے مل کر صوبائی حکومت کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ ملک دشمن اور انتشار پسند عناصر زور و شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ___ یہ جماعتیں پاکستان کے وجود کی مخالف ہیں اور ان کا اقتدار پر قابض ہوجانا پورے ملک کی تباہی کا آغاز ہے۔ اس غلط اور سراسر لغو تاثر کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ علمائے حق اور پاکستان کے تعلقات پر مدلل بحث کی جائے۔

دعویٰ | ہمارا دعویٰ ہے کہ علمائے حق نے نہ صرف یہ کہ پاکستان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان ہی کی مساعی جلیلہ اور جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان قائم ہوا ہے۔ یہ لوگ پاکستان کے مخالف نہیں بلکہ اس کے حامی اور محافظ ہیں۔ لہذا ان کا سیاسی اقتدار پاکستان کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ہمارا یہ دعویٰ محض علمائے حق سے عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے لئے ہمارے پاس ٹھوس دلائل ہیں۔ اگر کتابوں رسالوں اور اخبارات سے بیانات کے اقتباسات نقل کرکے ہم اپنے دعوے کے لئے دلائل فراہم کریں تو یہ ایک طویل بحث بن جائے گی جس کی اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں۔

اس لئے ہم کوشش کریں گے کہ جو بات کہی جائے وہ اس ذمہ داری سے کہی جائے کہ اس کے نقلی دلائل نہ صرف یہ کہ ہم پیش کر سکیں۔ بلکہ قارئین کرام چاہیں تو ماضی قریب کے اخبارات و رسائل اور کتابوں سے خود بھی معلوم کر سکیں۔

تحریک آزادی پر کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مختلف رسالوں اور اخباروں میں بیشمار مضامین اور مقالات چھپ چکے ہیں۔ نیز ایسے افراد بھی بستی بستی قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں موجود ہیں جو ۱۹۴۷ء میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ اور جو کچھ ہوا وہ ان کے سامنے کی بات ہے۔ یہ کتابیں مضامین مقالات اور لوگ ہمارے بیان کی یقیناً تصدیق کریں گے۔ ان سب کے علاوہ عالمی سطح پر تحریک ہائے آزادی کے عوامل و اسباب بھی ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں۔ غرض ہم اپنے دعوے کی تائید میں جو دلائل پیش کریں گے، وہ امور مسلّمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان کے اثبات کے لئے نہ تو نقلی دلائل کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی گہری سوچ اور منطق کی حاجت ہے۔ سیدھی سادی باتیں ہیں۔ جن سے غالباً کسی کو انکار نہیں ہوگا۔

علمائے حق ہمارے اس مقالے میں علمائے حق سے مراد وہ علماء کرام ہیں جنہوں نے خدا اور رسولؐ کے علاوہ کسی کی غلامی کو قبول نہیں کیا۔ یہ لوگ محض اصطلاحی قسم کی اسلامیات کے فاضل نہیں تھے بلکہ علوم دینیہ پر کامل دسترس کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست کے نشیب و فراز سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ پھر ان کا علم محض کتابوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ عملی میدان میں بھی یہ دوسروں سے آگے تھے۔ جس طرح خالص مذہبی مسائل اور احکامات پر یہ لوگ عمل کرتے تھے اسی طرح اپنی سیاسی بصیرت پر بھی انہیں اعتماد تھا۔ اور جسے درست سمجھتے تھے۔ اس پر پورے خلوص سے عمل کرتے تھے۔

واضح اور کھلے لفظوں میں کہا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ علمائے حق سے مراد وہ لوگ تھے۔ جو ۱۹۴۷ء میں حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کی دیانت اور بصیرت پر اعتماد اور بھروسہ کئے ہوئے تھے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ان لوگوں نے ہاں انہی لوگوں نے جن کے قائد ۱۹۴۷ء میں ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنیؒ تھے، پاکستان قائم کیا۔ اور یہی لوگ پاکستان کے حامی اور خیر خواہ ہیں۔ آپ ہمارے اس دعوے کی تردید میں جلدی نہ کریں۔ پوری بات کہہ لینے دیں۔ انشاء اللہ آپ کے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے۔

پاکستان کیا ہے :- آپ کے شکوک وشبہات کی اساس اور بنیاد پاکستان کے اس غلط مفہوم پر ہے، جو عام طور پر پھیلایا گیا ہے۔ در اصل علمائے حق کے مخالفوں نے پاکستان کا ایک غلط مفہوم رائج کر دیا ہے۔ اور پھر کہنا شروع کر دیا ہے۔ علماء پاکستان کے مخالف تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء حقیقی پاکستان کے مخالف نہیں تھے، بلکہ اس غلط مفہوم کے مخالف تھے جسے رواج دینے کی کوشش کی گئی ہے اور جس کی تغلیط حالات نے کر دی ہے۔ اور آج روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ پاکستان کا وہ مفہوم غلط تھا جس کی علمائے حق نے مخالفت کی تھی۔

اگر پاکستان سے مراد محض برصغیر کی تقسیم ہے۔ تو واقعی علماء اس کے مخالف تھے۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ محض تقسیم کا نام پاکستان نہیں بلکہ پاکستان سے مراد اس برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ان کی انفرادیت کی بقا اور ان کی اقتصادی خوشحالی ہے۔ یہ درست ہے کہ پاکستان نام کا دنیا میں یہی ایک ملک ہے جس میں آپ اور ہم بستے ہیں۔ لیکن مقصد اور مفہوم کے اعتبار سے دنیا کا ہر اسلامی ملک پاکستان ہے۔ سب سے پہلا پاکستان رسولِ خدا نے سرزمین عرب میں قائم کیا تھا۔ اور خلافت راشدہ کے عہد میں اسکی سرحدیں مشرق ومغرب میں دور دراز تک پھیل گئی تھیں۔

پاکستان محض تقسیم کا نام ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حضرت عمرؓ جنہوں نے ایران، فلسطین، مصر، ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں کو اسلامی سلطنت کی حدود میں شامل کیا تھا وہ ابتدائی اور دنیا میں سب سے پہلے قائم ہونے والے پاکستان کے مخالف تھے۔ سب جانتے ہیں کہ رسولِ خدا نے مدینہ منورہ میں ایک پاکستان قائم کیا تھا۔ یہ دنیا میں سب سے پہلا پاکستان تھا۔ اس میں مسلمانوں کا اقتدار ان کے مفادات ان کی انفرادیت اور اقتصادی خوشحالی سب کچھ محفوظ تھا۔ حضرت عمرؓ نے جو پاکستان قائم کیا تھا وہ تقسیم سے نہیں بلکہ اتحاد و اشتمال سے قائم کیا تھا۔

غرض پاکستان تقسیم سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے مفادات انفرادیت اور اقتصادی خوشحالی کے تحفظ سے قائم ہوا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ علمائے حق کا خیال تھا۔ کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے برصغیر کی تقسیم ضروری نہیں لیکن مسلم لیگ کے زعماء خیال کرتے تھے کہ ان مقاصد کے لئے تقسیم ضروری ہے۔ یہ اختلاف مقاصد میں نہیں بلکہ حصولِ مقاصد کے طریق کار میں تھا۔

علمائے حق کا خیال تھا کہ برصغیر کی تقسیم میں مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔ وہ سمجھتے کہ یہ دنیا میں دوسرے نمبر پہ سب سے بڑا ملک مسلمانوں کی اکثریت کا ملک ہے۔ اکثریت اس طرح کہ ۱۹۴۷ء

میں یہاں چالیس کروڑ ہندو بستے تھے، جن میں دس کروڑ مسلمان اور تیس کروڑ غیر مسلم ایک سو سے زیادہ مذہبوں اور ملتوں میں بٹے ہوئے تھے، اور کوئی ایک گروہ بھی ایسا نہ تھا جس کی افرادی قوت مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی۔ علمائے حق کو اسلام کی مقناطیسی قوت پر بھروسہ تھا، اور وہ یقین کرتے تھے کہ انگریز جو برصغیر کی دوسری اقوام کو مسلمانوں کے اثرات سے بچائے ہوئے ہے۔ جب چلا جائے گا، تو مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور اسلام کی عام اشاعت کے نتیجہ میں بیشتر اقوام مسلمان ہوجائیں گی۔

علمائے حق کا یہ خیال کہ انگریزوں کے جانے کے بعد برصغیر کی بیشتر اقوام مسلمان ہوجائیں گی محض خوش فہمی نہ تھی بلکہ یہ ایک حقیقت تھی، ایک تاریخی اور واقعاتی حقیقت۔ اسلام میل جول سے پھیلا ہے۔ روز اول سے آج تک کی اسلامی تاریخ شاہد ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت میں حسن معاشرت کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

اشاعت اسلام | علمائے حق کا خیال تھا کہ اگر برصغیر تقسیم نہ ہو اور انگریز چلا جائے تو یہاں کی بیشتر اقوام مسلمان ہوجائیں گی۔ یہ خیال درست تھا۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ:

"۱۸۵۲ء میں پورے بنگال میں ہندو مسلمانوں سے تقریباً ۵ لاکھ زیادہ تھے، اور بیس سال بعد ۱۸۷۲ء کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مدت میں نہ صرف مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے برابر ہوگئی تھی، بلکہ مسلمان ۱۵ لاکھ زیادہ تھے۔"

آج بھی حالات بتا رہے ہیں کہ بھارت میں آباد مسلمانوں کے سوا کوئی ایک قوم بھی اپنے مذہب کی بقا اور تحفظ کے لئے زور نہیں دے رہی، محض روایتی قسم کے برائے نام مذہبی عقائد ہیں ورنہ عملاً پورا بھارت لادینی نظام کی گود میں جا چکا ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ بھارت میں آباد غیر مسلم اقوام کے مذاہب بے جان ہیں، ان میں زندگی اور باقی رہنے کے خواص یا صلاحیت موجود نہیں۔

علمائے حق اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے اور وہ جانتے تھے کہ انگریز جو اسلام کے اثرات کے پھیلنے میں واحد رکاوٹ بنا ہوا ہے، جب یہاں سے چلا جائے گا تو اقوام ہند جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائیں گی۔ اگر آج آزادی کے ۲۵ سال بعد بھارت کی اکثریت دھریت اور لادینیت کی گود میں جاچکی ہے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ اگر اس عرصے میں اسلام کی دعوت عام کی جاتی اور خاص کر اسلام کا اقتصادی، معاشی اور سیاسی پروگرام حکمت عملی کے ساتھ بھارتی اقوام کے سامنے پیش کیا جاتا تو یہ لوگ اسلام کی شعوری یا لاشعوری طور پر قیادت قبول نہ کرتے ــــــ

لاشعور کی بات چھوڑیئے ، اس طرح تو روس اور چین نے بھی اسلام کی برتری کو تسلیم کر لیا ہے ۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر علمائے حق کی تجویز کردہ حکمت عملی سے کام لیا جاتا تو بھارت کی بھاری اکثریت آج مسلمان ہوتی ۔ بھارت میں اسلام کی اشاعت کے متعدد امکانات تھے ۔ اور کسی حد تک اب بھی ہیں ۔ ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ۔ اشارتاً عرض ہے :

۱۔ یہاں نیچ ذاتوں کے لوگوں کی اکثریت ہے ، جنہیں اسلام کے سوا کسی مذہب میں عزت نہیں مل سکتی ۔

۲۔ بھارت میں آباد کم و بیش تمام غیر مسلم اقوام کے مذاہب بدلتے ہوئے حالات کے باعث مٹ چکے ہیں ۔ صرف نام یا چند رسمیں باقی ہیں ۔

۳۔ اس برصغیر میں آباد مختلف اقوام کے مسائل گوناں گوں ہیں اور ان کا حل اسلام ہی میں ہے ۔

بھارت اور مشرق بعید کے بیشتر ممالک میں یہی حالات تھے جن سے فائدہ اٹھا کر عیسائی مبلغوں نے گاؤں کے گاؤں عیسائی بنائے ہیں ۔ ہند چینی کے ممالک میں عیسائیت کی اشاعت کے واقعات ہمارے دعوے کی تصدیق کے لئے کافی ہیں ۔

<u>تحریک آزادی</u> | لوگ آزادی چاہتے ہیں ۔ اس لئے کہ آزادی کے بغیر معاشی خوشحالی حاصل نہیں ہو سکتی ۔ غلام قوم ہمیشہ غربت و افلاس کا شکار بنی رہتی ہے ۔ بھوک ننگ اور غربت اور افلاس سے نجات حاصل کرنے کیلئے لوگ آزادی حاصل کرتے ہیں ۔ لیکن علمائے حق کا نظریہ اس سے مختلف تھا ۔ وہ دین کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے آزادی کے متوالے تھے ۔ ان کی نظروں میں مادی خوشحالی کو چنداں وقعت نہ تھی ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمان اور غلام دو متضاد باتیں ہیں ۔ ان کے ہاں حاکمیت صرف اور صرف خدائے ذوالجلال کو حاصل ہے ۔ وہ کسی دوسرے کی حاکمیت کے سامنے جھک جانے کو شرک اور اسلام سے انحراف تصور کرتے ہیں ۔ ان حالات میں علمائے حق کا آزادی کے لئے جدوجہد کرنا ان کا دینی فریضہ تھا ۔ اور انہوں نے اس فریضہ کی ادائیگی کیلئے اسی جذبے اور خلوص سے کام کیا ہے ۔ جس جذبے اور خلوص سے دین سے متعلق دوسرے کام کئے جاتے ہیں ۔۔۔ علمائے حق آزادی چاہتے تھے تاکہ :

۱۔ اسلام کی اشاعت کا کام ہو سکے ۔

۲۔ مسلمان ایک خدا کی اطاعت اور غلامی میں آجائیں ۔

۲- خلق خدا اسلام کے سایۂ رحمت میں آرام پائے۔

اس کے برعکس دوسرے لوگ مادی مفادات کے حصول اور ان کے تحفظ کے لئے آزادی کی حمایت کر رہے تھے۔ ظاہر ہے جو شخص دین کے جذبے سے کوئی کام کرتا ہے، اس کا خلوص اس شخص کے خلوص سے بہرحال زیادہ ہوتا ہے۔ جو شخص دنیاوی مفاد کے لئے کوشش کرتا ہے ۔۔۔۔

تحریک آزادی میں علماء نے دین کے جذبے سے کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام آزادی پسند علماء کی جدوجہد آزادی کی قدر کرتے تھے۔ اور باوجود عقائد کی مخالفت کے وہ انہیں ہی آزادی کا قائد تصور کرتے تھے۔ نہرو اور گاندھی کو ابوالکلام آزاد کے عقائد سے اختلاف تھا۔ لیکن آزادی کی جنگ میں پٹیل وغیرہ کے مقابلے میں ان کی قیادت اور خلوص پر زیادہ اعتماد تھا۔ وہ جانتے تھے کہ آزاد جس جذبے سے کام کر رہا ہے اس میں دھوکہ اور فریب نہیں۔ یہ پرخلوص جذبہ ہے۔

علمائے حق نے آزادی کی تحریک میں نہ صرف کام کیا بلکہ اس تحریک کے بانی اور محرک بھی یہ لوگ تھے۔ ان لوگوں نے ہی اس تحریک کا آغاز کیا۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں اور دوسری اقوام کو اپنے ساتھ ملایا۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ برصغیر سے انگریزوں کا انخلاء یہاں پر آباد مختلف اقوام کے اتحاد کے بغیر ممکن نہ تھا۔ چنانچہ علماء نے اس اتحاد کی دعوت دی اور اس میں کامیاب ہوئے۔ جب آزادی کی گھڑی قریب آئی تو لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ آزادی کے بعد کیا ہوگا۔ علمائے حق کا خیال تھا۔ کہ یہ وقت مستقبل کے بارے میں منصوبے بنانے کا نہیں بلکہ آزادی کی لڑائی لڑنے کا ہے۔ اور جب یہ لڑائی کامیابی سے ختم ہو جائے گی۔ اس وقت حالات کے پیش نظر جو کچھ مناسب ہوگا۔ اقدام کیا جائے گا۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ جو لوگ آزادی کے لئے لڑی جانے والی جنگ کے دوران میں یہ فکر لیکر بیٹھ گئے تھے کہ آزادی کے بعد کیا ہوگا۔ وہ مخلص نہ تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کا یہ عمل حکمت عملی کے خلاف اور حصولِ آزادی کی جنگ میں ناکامی کا باعث ہو سکتا تھا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے ہمارے دو دشمن تھے اور اگر انگریز چلا جاتا تو ہمارا صرف ایک دشمن رہ جاتا جس سے لڑائی اور جنگ کی صورت میں جیت بہرحال ہماری ہوتی۔

دو قومیں | جس طرح ہمارے بہت سے شکوک و شبہات کی بنیاد پاکستان کا غلط مفہوم

ہے۔ اس طرح دو قومی نظریہ بھی واضح نہ ہونے کے باعث ہمارے لئے ذہنی الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔

کہا جاتا تھا۔ اور اب بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے برصغیر میں دو قومیں آباد تھیں مسلمان اور ہندو۔ حالانکہ یہاں دو قومیں نہیں کم وبیش تین صد قومیں آباد تھیں۔ اور ہم نے خواہ مخواہ بغیر کسی ضرورت اور مجبوری کے مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام قوموں کو ایک قوم تصور کر لیا۔ اس سے ہم میں ایک طرف تو یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم اقلیت میں ہیں۔ اور دوسری طرف بھارت کی متحدہ قومیت کا تصور مضبوط ہو گیا۔

فرض کریں آج سکھ اپنی آزادی کیلئے جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ۱۹۴۷ء میں ہم نے "برصغیر میں صرف دو قومیں آباد ہیں" کا نعرہ لگا کر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ سکھ کوئی الگ قوم نہیں بلکہ ہندو قومیت کا ایک حصہ ہیں۔ اور جب سکھ الگ قوم نہیں تو ان کا آزادی کا مطالبہ ایسا ہی بے معنی اور لغو ہے۔ جس طرح پاکستان کے کسی صوبے کے عوام پاکستان سے علیحدگی اور آزادی کا مطالبہ کریں تو یہ بے معنی اور لغو ہوگا۔ ایک ملک میں ایک قوم بستی ہے۔ اور ایک قوم کا ایک ملک ہوتا ہے۔ اگر پاکستان ایک ملک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں صرف ایک قوم بستی ہے۔ اور اگر بھارت میں ایک قوم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت ایک ملک ہے۔ اور جب بھارت ایک ملک ہے تو ہمیں از روئے اخلاق بھارت کی وحدت کو نقصان پہنچانے والے کسی مطالبے کی حمایت کا حق حاصل نہیں، جس طرح ہم کہتے ہیں، ہم کیا ساری دنیا کہتی ہے کہ بھارت کو پاکستان کی وحدت کے خلاف بنگلہ دیش کے مطالبے کی حمایت کا حق حاصل نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ نے ۱۹۴۷ء سے چند سال پہلے بڑے زور دار دلائل سے یہ اعلان کیا تھا کہ قومیں اوطان سے نہیں بلکہ مذاہب سے بنتی ہیں یعنی ایک سیاسی وحدت یا ایک ملک میں بسنے والے ایک قوم نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک مذہب کو ماننے والے ایک قوم ہوا کرتے ہیں۔

——— اور تاریخ اور جغرافیہ کا ایک مبتدی بھی یہ جانتا ہے کہ برصغیر میں صرف اسلام اور ہندومت دو مذہب رائج نہیں تھے۔ یہاں تین سو کے قریب مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ آباد تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ برصغیر میں صرف دو قومیں آباد تھیں، حقائق سے اغماض کی بدترین مثال ہے۔

آزادی اور پاکستان | پاکستان کا ایک وہ تصور ہے، جو اوپر پیش کیا گیا ہے یعنی مسلمانوں

کے مفادات انفرادیت اور اقتصادی خوشحالی کی حفاظت اس کے علاوہ یہ بھی پاکستان ہے جس میں ہم آباد ہیں۔ یہ مسلمانوں کی آزاد مملکت ہے۔ یہاں کے عوام اقتدار کے مالک ہیں ان پر کوئی غیر ملکی طاقت حکمران نہیں۔ اس مملکت کا قیام محض برصغیر کی تقسیم سے وجود میں نہیں آیا بلکہ حصولِ آزادی کی جدوجہد میں کامیابی سے یہ ملک قائم ہوا ہے۔ اگر ملک آزاد نہ ہوتا اور انگریزی راج اور یونین جیک کا سایہ سروں پر ہوتا تو پاکستان کا نام اور تصور بھی نہ ہوتا۔ یہ جو کچھ ہے آزادی کے صدقے میں ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ آزادی کی جنگ علمائے حق نے لڑی ہے۔ جنگ میں مقابلہ ہوتا ہے۔ قتل و غارت کی نوبت آتی ہے، اور ایک بار نہیں بار بار شکست اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور جب شکست ہوتی ہے تو جیتنے والی طاقت شکست خوردہ فوج سے انتقام لیا کرتی ہے۔

یہ سب مراحل علمائے حق نے طے کئے ہیں مجھے معاف فرمائیں میں تاریخ کے واقعات پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اور مجھے اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتا کہ پاکستان کے قائم کرنے اور اس کی حفاظت کے دعوے کرنے والے مسلم لیگی لیڈروں نے آزادی کے حصول کے لئے اس جرأت، ہمت اور شجاعت سے جنگ نہیں لڑی جس جرأت، ہمت اور شجاعت کا علمائے حق نے مظاہرہ کیا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر ایسے تھے جو مسلمانوں کے دشمن (انگریز) کی حمایت میں تھے، بہت سے پاکستان کے نام لیوا انگریزوں کے تنخواہ دار ملازم تھے۔

عجب بات یہ ہے کہ ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہم کو تو مسلمانوں کے مفاد کا دشمن کہا جائے۔ اور غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان اور یحییٰ خان کو مسلمانوں کے مفادات کا محافظ اور پاکستان کا حامی اور خیرخواہ مانا جائے۔

میاں افتخار الدین (سابق مسلم لیگی لیڈر) نے نومبر ۱۹۵۲ء میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"خان عبدالغفار خان جو آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں پندرہ سال تک انگریزوں کی قید میں رہا اور مصائب برداشت کرتا رہا ہے وہ مشتاق احمد گورمانی سے زیادہ قابلِ اعتبار اور لائقِ ستائش ہے۔ جو پندرہ سال تک برطانوی استعمار کا خدمت گذار اور وفادار ملازم رہا ہے۔"

غرض پاکستان کا قیام آزادی کا نتیجہ ہے۔ اور آزادی کے لئے سب سے زیادہ جدوجہد علمائے حق نے کی ہے۔ اس لئے بجا طور پہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان علمائے حق کی کوششوں سے قائم ہوا ہے ـــــ نیز ـــــ پاکستان کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کی انفرادیت کا مسلمانوں کی تہذیب مسلمانوں کی ثقافت اور مذہبی اقتدار کا اور یہ سب چیزیں علمائے حق کے دم قدم سے باقی ہیں۔

مسلمانوں کی انفرادیت کا نعرہ لگانے والے مسلم لیگی لیڈر کل کی طرح آج بھی مغربی تہذیب میں گم ہیں۔ ان کے چہرے مہرے شکل وصورت، بول چال۔ رنگ ڈھنگ اور معاشرت کے اداب و رسوم میں اسلامی انفرادیت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔

غور فرمائیں کہ اردو کے نام پر پاکستان کی تحریک چلانے والوں نے پورے پچیس سال تک اردو کی مخالفت اور انگریزی کی سرپرستی کی ہے۔ اور جنہیں ہندو نواز اور مسلمانوں کی انفرادیت کا مخالف کہا جاتا تھا۔ خدا نے انہیں توفیق دی ہے کہ وہ مسلمانوں کی اس میراث کی حفاظت کریں چنانچہ آج بلوچستان کی سرکاری زبان اردو ہے۔

گائے کی قربانی کو بہانہ بنا کر ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑکانے والے پچیس سال تک شراب کی سرپرستی کرتے آئے ہیں۔ اور خدا نے مسجد کے ایک مولوی اں اسی مولوی کو جسے مسلم لیگ نے مسلمانوں کا غدار اسلام کی انفرادی اقتدار کا منکر، اور بے بصیرت ملا کہا تھا، یہ سعادت بخشی ہے کہ اس نے پورے صوبہ سرحد میں شراب پر پابندی لگا دی ہے۔

خان عبدالولی خان کے اس طنز کا کسی کے پاس کیا جواب ہے۔ جس میں اس نے کہا تھا کہ:
"میں نے آج تک انگریزی لباس نہیں پہنا"

مختصر یہ کہ مسلم لیگ کے مقابلے میں علمائے حق اور ان کے رفقاء کار نے مسلمانوں کے مفادات ان کی انفرادیت اور اسلامی اقتدار کی بہتر طور پہ خدمت کی ہے۔ اور یہی وہ عوامل اور محرکات ہیں جنکی بدولت پاکستان وجود میں آیا اور آج تک قائم ہے۔

تقسیم کی مخالفت | اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ علمائے حق نے برصغیر کی تقسیم کی مخالفت کیوں کی تھی ـــــ؟ اس کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے۔ کہ علمائے حق چاہتے تھے کہ ملک کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ یہاں کی اقوام کو مسلمان بنایا جائے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ان کے سامنے تھی کہ برصغیر میں مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں، اقلیت میں تب ہو سکتے ہیں جب مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام مذاہب کے لوگ ایک مذہب قبول کر لیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت نہ تو ممکن تھی اور نہ ہی

اب ممکن ہے۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد یہ تھی :

مسلمان	۱۰ کروڑ
مہاسبھائی ہندو	۶ کروڑ
آریہ سماج	۴ کروڑ
اچھوت	۶ کروڑ
بدھ اور جین وغیرہ	۶ کروڑ
عیسائی یہودی وغیرہ	۲ کروڑ
سکھ اور دوسری اقلیتیں	۷ کروڑ

یہ اعداد و شمار قطعی تو نہیں لیکن کم و بیش حقیقت کا آئینہ ضرور ہیں۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ برصغیر میں مسلمان اقلیت میں نہیں تھے اور یہ فرض کر لینا کہ یہاں صرف دو مذہبوں کے ماننے والے لوگ تھے یعنی مسلمان اور ہندو قطعاً غلط ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مسلمانوں کے علاوہ باقی تمام لوگ متحد ہو کر مسلمانوں کے مقابلے میں ایک قوم مان لیا جائے تو بھی تقسیم میں مسلمانوں کا فائدہ نہ تھا۔ اس لئے کہ اس صورت میں مسلمان تین جگہ بٹ جاتے۔ مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان اور بھارت تین الگ الگ جغرافیائی وحدتیں ہیں۔ اور ان تین وحدتوں میں مسلمان اس طرح تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کہ پاکستان کے دونوں حصوں میں چھ کروڑ مسلمان اور چار کروڑ ہندو اور ظاہر ہے کہ چار کے مقابلے میں چھ کی تعداد گو اکثریت کی تعداد ہے۔ لیکن ایسی اکثریت نہیں کہ اقلیت کو مناسب طور پر قابو میں رکھ سکے۔

چھ کروڑ مسلمانوں کے ملک میں چار کروڑ ہندو بغاوت کر دیں تو مسلمانوں کے لئے اس بغاوت کا کچلنا آسان نہیں تھا۔ دوسری طرف بھارت میں چار کروڑ مسلمان اور چھبیس کروڑ ہندو ہوتے اور وہاں ان کی انفرادیت کو زبردست خطرہ ہوتا۔

یہ خدا کا فضل ہوا کہ آبادی کا تبادلہ ہو گیا گو اس تبادلے کے نتیجے میں ہمیں نصف بنگال اور نصف پنجاب بھارت کو دینا پڑ گیا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو مشرقی پاکستان میں آج چار کروڑ ہندو اور مغربی پاکستان میں تین کروڑ ہندو اور سکھ ہوتے۔

علمائے حق ان خطرات سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس لئے وہ کہتے تھے کہ تقسیم میں مسلمانوں کا نقصان ہے۔ ان کا یہ خیال تو درست ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان

کو ایک سیاسی وحدت میں رکھنا مشکل ہوگا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی آخری کتاب ——— "انڈیا ونز فریڈم" میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ پاکستان کی حکومت کے لئے یہ ممکن نہیں ہوگا، کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کو جن میں سوائے اسلام کے کوئی قدر مشترک نہیں ایک سیاسی وحدت میں قائم رکھ سکے۔ اسلام اتحاد کا ذریعہ ضرور ہے لیکن دوسرے امور بھی کم حیثیت نہیں رکھتے آج افغانستان ہمارا ہمسایہ اسلامی ملک ہے اسلام کی مشترک اقدار کے باوجود پاکستان اور افغانستان میں اختلاف ہے۔ افغانستان کے لوگ پاکستان کی سیاسی برتری کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور ہم انہیں پختونستان کا نام لینے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ علمائے حق اور خاص کر مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ خیال بالکل بجا اور درست ثابت ہوا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کا اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوگا۔ عقائد بہرحال کچھ بھی ہوں اور ان میں کتنی ہی قوت کیوں نہ ہو لیکن جغرافیائی اور اقتصادی امور اپنے اثرات ظاہر کر ہی لیتے ہیں۔ (البتہ عقائد اور نظریات کو عملی زندگی پر لاگو کرنے سے ایسے امور کو ردِ عمل کا موقع ہی نہیں ملتا اور اسلام کا رشتہ اٹوٹ رہتا ہے۔ ایڈیٹر)

خلاصہ یہ کہ علمائے حق نے برِ صغیر کی تقسیم کی اس لئے مخالفت کی تھی کہ ان کے خیال کے مطابق یہ تقسیم مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تھی لیکن جب مسلمانوں نے تقسیم قبول کر لی تو علمائے حق نے اکثریت کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔ جمہوری اقدار کا تقاضا تھا کہ جب اکثریت نے ایک فیصلہ کر دیا ہے تو اسے مان لیا جائے۔ اس طرح قیام پاکستان کے بعد علمائے حق نے اسکی بقاء، تحفظ اور سالمیت کے لئے رات دن کام کیا ہے۔ پاکستان کے خلاف بہت سے لوگوں نے سازشیں کیں۔ بھارت، کو اطلاعات پہنچائیں۔ مغربی ممالک سے روابط قائم کئے۔ امریکہ اور دوسرے سامراجی ممالک سے ملکر ملک کی اقتصادی خوشحالی کو ناقابلِ تلافی نقصانات پہنچائے ہیں اور نئی نسل کو ایک ایسے چوراہے پر لے آئے ہیں جہاں مایوسیوں کا اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ ان لوگوں میں مختلف چہرے اور شخصیتیں نمایاں ہیں۔ لیکن علمائے حق اور ان کے رفقاء کار میں سے کوئی ایک بھی نہیں جس کا نام ان غداروں کی فہرست میں ہو۔

پچیس سال میں جو کچھ ہوا اس میں علمائے حق کا رائی برابر قصور نہیں یہ فصل ان مسلم لیگیوں کی بدولت ہوئی ہے جو علمائے حق کو غدار اور اپنے آپ کو محافظِ ملت کہا کرتے تھے۔ گویا علمائے حق کی کوششوں سے پاکستان قائم ہوا۔ اور مسلم لیگیوں کی خرمستیوں کے نتیجے میں اسے نقصان پہنچا ہے

■